اجتہاد کی گنجائش نہیں ان میں صحابی کے قول وعمل کو باقاعدہ حدیث نبوی کا درجہ حاصل ہے' بشرطیکہ وہ کسی اور صحابی کے قول وعمل سے متصادم نہ ہو۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جناب رسول اکرم ﷺ کے شاگرد اور مدرسہ نبوی کے تربیت یافتہ ہونے کی بنا پر خود اللہ جل شانہ نے ان کی تعریف وستائش فرمائی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں سچا اور قابل اعتبار قرار دیا ہے۔ اس لیے وہ امتیوں کی تعریف وتعدیل سے بے نیاز ہیں۔ نیز تاریخ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کبھی کسی صحابی نے روایت حدیث یا تبلیغ دین کے سلسلے میں کسی قسم کی دروغ گوئی تو کجا' بے احتیاطی ہی برتی ہو۔ لہذا صداقت وثقاہت کے اعتبار سے ان پر جرح وتنقید کا دروازہ اہل اسلام پر بند ہے۔

ملا علی قاریؒ نے کہا '' والصحابة كلهم عدول مطلقا لظواهر الكتاب و السنة واجماع من يعتد به

'' یعنی قرآن وحدیث کے واضح دلائل اور قابل اعتماد علماء کے اجماع کی رو سے تمام صحابہ عادل' معتمد اور ثقہ ہیں۔

صحابہ کے جن فرمودات کو حکم الرفع یعنی حدیث نبوی ہونے کی حیثیت حاصل ہے' ان کی حجیت میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔ لیکن جن مسائل میں فہم واستدلال اور اجتہاد کا دخل ہو' ان میں بھی نبی ﷺ کی روش کی روشنی زیادہ پائی جاتی ہے' کیونکہ وہ آپ ﷺ کے طرز استدلال سے واقف تھے اور نصوص شرعیہ کے اشارے خوب سمجھتے تھے اور مشاہدہ سے تعلق رکھنے والی باتوں کے خود عینی شاہد تھے۔ جبکہ بعد کے لوگوں میں یہ خصوصیات نہیں پائی جاتیں۔ لہذا صحابہ کرام کے اجتہادات اور فتاویٰ دیگر فقہاء اسلام کے مقابلے میں زیادہ قابل اعتناء ولائق توجہ ہیں۔ (جاری ہے)

..............☆☆☆..............

دنیا میں مسلمانوں کی آبادی

☆ ایشیا:675297000	☆ افریقہ:293993000
☆ یورپ:13194000	☆ شمالی امریکہ:5500000
☆ جنوبی امریکہ:1395000	☆ آسٹریلیا:107000

☆ سابقہ جمہوریہ سوویت یونین: 43967000

باب الفتاویٰ

امامت، تراویح، زکاۃ وعدت

بلال احمد

(1) نماز کی امامت کے لئے اقرأ مقدم ہے یا افقہ؟ اور ان کے حدود وضوابط کیا ہیں؟

(جواب) عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ **یؤم القوم اقرأھم لکتاب اللہ تعالیٰ فان کانوا فی القراءۃ سواءً فاعلمھم بالسنۃ فان کانوا فی السنۃ سواء فاقدمھم ھجرۃ فان کانوا فی الھجرۃ سواءً فاقدمھم سلماً و فی روایۃ سنًا' ولا یؤمنّ الرجل الرجل فی سلطانہ ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنہ "**

ابومسعود فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرائے جو قرآن کا زیادہ قاری اور حافظ ہو' اور اس صفت میں کئی شخص برابر ہوں تو سنت کا زیادہ عالم امامت کرائے' اور اگر اس خصوصیت میں بھی کئی لوگ برابر ہیں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہے' وہ آگے ہو جائے۔ اتفاقاً اس میں بھی کئی برابر ہیں تو جو پہلے مسلمان ہوا ہے وہ امامت کرائے' ایک روایت میں ہے: "جس کی عمر زیادہ ہو وہ امامت کا حقدار ہے"۔ "اور کوئی آدمی دوسرے کی عمل داری میں بلا اجازت ہرگز امامت نہ کرائے اور نہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی نشست پر بیٹھے"۔ (مسلم کتاب المساجد 172/5)

حدیث میں لفظ اقــــــــرأ سے مراد ہے جسے زیادہ قرآن یاد ہو۔ کیونکہ عمرو بن سلمہ والی روایت میں یہ جملہ " **ولیؤمکم اکثر کم قرآنا** " موجود ہے جس سے الاقرأ کا معنی الاکثر حفظاً معین ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ مذکورہ حدیث رسول ﷺ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ امامت کے لئے بہتر سے بہتر شخص کی تلاش ہونی چاہیے جن میں سے زیادہ اہمیت اس صالح شخص کو دی جائے' جسے نماز کے ضروری مسائل کے ساتھ ساتھ قرآن زیادہ یاد ہو اور تلفظ بھی اسکا صحیح ہو' جو کہ لفظ اقــرأ سے اشارۃً معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی مسجد میں محلّہ والوں نے دستیاب قابل قبول شخص کو امامت کے فرائض سونپ دیے ہیں تو دوسرے شخص کا اپنی طرف سے معیار قائم کر کے اس کی جگہ کھڑا ہونا بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں لوگوں میں افتراق اور انتشار کا خطرہ ہے' جو کہ انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ جبکہ مفضول کی اقتداء میں فاضل کی نماز (بلاکراہت) صحیح ہے۔

(2) نماز تراویح کے دوران عام مسنون اوراد کے بجائے **اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی**

پڑھنے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: موسوعة الحديث النبوی ۔احادیث الصیام میں بحوالہ مسند احمد کئی جگہ حضرت عائشہ سے مروی ہے قالت عائشة يا نبی الله ﷺ ارأيت ان وافقت ليلة القدر ما اقول؟ قال **"تقولين اللهم انک عفو تحب العفو فاعف عنی"۔**

دوسری روایت میں مسند الشہاب کے حوالہ سے عن واصل اوابی واصل عن عائشة قالت يا رسول الله ﷺ هذا شهر رمضان قد حضر فما ذا اقول ؟ قال : **"قولی : اللهم انک عفو تحب العفو فاعف عنی** (موسوعة احادیث الصیام **248/4)**

پہلی حدیث میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ کے نبی ﷺ سے دریافت فرمایا کہ اگر لیلۃ القدر کا موقعہ آ جائے تو میں کونسی دعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا **"اللهم انک عفو تحب العفو' فاعف عنی"** پڑھا کرو

دوسری حدیث میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ رمضان کا مہینہ آن پہنچا ہے۔اس میں کونسی دعا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا **اللهم انک عفو تحب العفو' فاعف عنی"**

دونوں حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ماہ رمضان میں تراویح کے درمیان اور دوسرے موقعوں پر بھی اگر یہ دعا پڑھی جائے تو درست ہے۔تراویح کے درمیان کسی اور مسنون دعا کا حوالہ میرے ذھن میں نہیں ہے۔البتہ الاعتصام میں ایک دفعہ میری نظر سے گزرا ہے کہ " لا اله الا الله وحده لا شريک له استغفر الله الذی لا اله الا هو" پڑھنا چاہئے

(3) سامان تجارت میں قیمت خرید کے مطابق زکوۃ کا حساب کرنا چاہئے یا قیمت فروخت کے مطابق؟

جواب: سامان تجارت میں قیمت خرید کے مطابق زکوۃ کا حساب کرنا چاہئے قیمت فروخت ایک محتمل چیز ہے جب ہاتھ آ جائے اور سال گزر جائے زکوۃ واجب ہوجائے گی۔

............☆☆☆............

(4) لاہور سے ہمارے ایک کرم فرمانے لکھا ہے کہ شمارہ نمبر **7** میں بیان کردہ "عدت گزارنے کے احکام" میں صورت مسئولہ کے تحت عمل کرنا نہایت دشوار ہے۔کس طرح اکیلی بیوہ پردیس میں **4** ماہ **10** دن رہے گی؟

وہ لکھتے ہیں کہ اگر اس مسئلے پر اجماع نہ ہوتو نسبتاً زیادہ قابل عمل فتوی کی تلاش ہونی چاہیے۔بصورت دیگر اس

عورت کے کسی محرم پر اسکے ساتھ اتنا عرصہ قیام کرنا فرض ہونا چاہیے۔

التراث : جہاں تک فتویٰ کی صحت کا تعلق ہے تو یہ ایک ایسی حدیث نبوی کے عین مطابق ہے جو سند کے لحاظ سے صحیح اور معنی کے لحاظ سے صریح ہے۔ ایک مسلمان کے لئے محکم (غیر منسوخ) اور صحیح و صریح دلیل کافی ہونی چاہیے۔

جہاں تک محرم کا مسئلہ ہے' اگر وہ ساتھ رہ سکے تو رہنا چاہیے۔ لیکن تعلیم' ملازمت' روزگار وغیرہ کی مجبوری سے وہ ساتھ نہیں رہ سکتا' تو اس بیچارے کو بھی اپنے داماد یا بہنوئی کی عدت وفات گزارنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ ایسی صورت میں مفتی صاحب نے خود ہی مختصراً وضاحت کی ہے ''اگر کوئی واضح شرعی عذر ہو تو اس جگہ سے منتقل ہو سکتی ہے''۔

مزید تسلی کے لئے اس مسئلے میں اختلاف کرنے والوں کے دلائل پر بھی روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ جو یا تو نصوص شرعیہ ہیں' لیکن ان سے مسئلہ ان کے حسب منشا ثابت نہیں ہوتا یا سند کے لحاظ سے اتنی کمزور ہیں کہ وہ شرعی دلیل بننے کے لائق ہی نہیں

﴿ **والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا وصیة لا زواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم** O﴾ (البقرة 240) ''تم میں سے جو بیویوں کو چھوڑ کر فوت ہونے لگیں تو انہیں اپنی بیویوں کے حق میں یہ وصیت کرنی چاہیے کہ ایک سال تک نان و نفقہ سے فائدہ اٹھائیں اور انہیں گھر سے نہ نکالا جائے۔ لیکن اگر وہ خود نکل جائیں تو بھلائی کے ساتھ اپنے لئے جو کچھ کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا اور اللہ غلبہ و حکمت والا ہے''۔

ملا علی قاری نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ بیوہ کو عدت اپنے خاوند کے گھر ہی گزارنی چاہئے کیونکہ ایک سال کی مدت 4 ماہ 10 دن کے حکم سے منسوخ ہوئی اور وصیت کا حکم وراثت سے منسوخ ہوا لیکن (غیر اخراج) انہیں گھر سے نہ نکالنے کا حکم باقی ہے (تحفة الاحوذی 393/4)

(1) عبداللہ بن عباس نے کہا: ''نسخت ھذہ الایة عدتھا عنداھلھا' فتعتد حیث شاءت ''اس آیت نے بیوہ کے لئے اپنے (خاوند کے) گھر عدت گزارنے کے حکم کو منسوخ کر دیا ہے پس وہ جہاں چاہے عدت گزارے (زاد المعاد 607/5)

☆ لیکن ابن عباس کا یہ استدلال حدیث فریعة کے خلاف ہونے کے علاوہ مذکورہ آیت بھی منسوخ ہے' اس لئے محل نظر

ہے۔﴿ **والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا**﴾ (البقرۃ234)

''تم میں جولوگ فوت ہوجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن عدت میں رہیں''۔

(2) اس میں عدت کی مدت کا تعین ہے جگہے کا نہیں۔لہذا بعض علماء کے بقول بیوہ جہاں چاہے عدت گزار سکتی ہے۔ (زادالمعاد607/5)

☆ جگہے کی تعین حدیث فریعۃ بنت مالک میں گزر چکی ہے۔لہذا اسی پرعمل ہی اس آیت کا تقاضا ہے۔

(3) روی الدار قطنی عن محبوب بن محرز عن ابی مالک النخعی عن عطاء بن السائب عن علی'' ان النبی ﷺ امر المتوفی عنھا زوجھا ان تعتدحیث شاء ت ''

''بیوہ عورت کوحکم فرمایا کہ وہ جہاں چاہے عدت گزارے''۔امام دارقطنی سے خود اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اسکی سند میں ابو مالک النخعی (متروک) محبوب بن محرز (لین الحدیث) عطاء بن السائب (صدوق اختلط) ہیں۔اسکے علاوہ فریعۃ بنت مالک کی صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے۔پس یہ روایت منکر ہونے کی وجہ سے قابل التفات ہی نہیں۔

(4) مبارکپوری نے شرح السنۃ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فریعہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو اپنے والدین کے گھر جانے کی اجازت دی۔اور حدیث کے آخر میں '' **امکثی فی بیتک** '' اپنے ہی گھر میں بیٹھی رہو' یہ حکم استحباب کے لئے ہے' وجوب کے لئے نہیں۔

☆ لیکن بحوالہ شرح السنۃ حضرت عمر' عثمان' ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنھم نے کہا کہ اس حدیث کی ابتدائی اجازت '' **امکثی** '' سے منسوخ ہوچکی ہے۔(تحفۃ الاحوذی393/3)

(5) اقوال علماء: قال عطاء'' ثم جاء المیراث فنسخ السکنی فتعتد حیث شاء ت ولا سکنیٰ لھا '' پھر وراثت کا حکم آیا جس نے رہائش کا حکم منسوخ کردیا' پس بیوہ جہاں چاہے عدت گزارے اس کے لئے رہائش کا حق نہیں ہے''۔(بخاری کتاب الطلاق403/9)

☆ ابن حجر نے لکھا ہے کہ باتفاق فقہاء رہائش کا حکم عدت کے تابع ہے(فتح الباری403/9) یعنی رہائش ایک سال والی منسوخ ہے' اب رہائش بھی چار ماہ دس دن تک ہے

(6) امام ابن القیم نے حضرت علی' عائشہ' ابن عباس' جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور طاؤس' عطاء' عمرو بن دینار' ابوالشعثاء'